عورت کے طلاق دینے کے سلسلے میں ایک بے حد مفید اور
کارآمد تحریر نکاح کرنے کا منفرد طریقہ جس کے ذریعے

عورت بھی طلاق دے سکتی ہے

(پاکستانی نکاح نامہ کالم نمبر 18 کی خرابیاں)

مصنف

خیر خواہ اہل سنت

مولانا شاہد بریلوی

مکتبۃ البریلویہ

کتاب کا نام	عورت بھی طلاق دے سکتی ہے
مصنف	خیر خواہ اہلسنت مولانا شاہد بریلوی
تصدیق ونظر ثانی	علامہ محمد ریاض احمد سعیدی
	سابق مدرس ومفتی جامعہ قادریہ رضویہ (ٹرسٹ)
	فیصل آباد۔ پاکستان (1989 تا 2001)
صفحات	48
سن اشاعت	اکتوبر 2019
قیمت	

ملنے کا پتہ

مکتبۃ البریلویہ

بریلوی ہاؤس 84-86 گرے سٹریٹ برلے BB10 1BZ لنکا شائر۔ یوکے

مکتبہ اہل السنہ پبلیکیشنز

شاندار بیکری والی گلی، منگلا روڈ دینہ۔ پاکستان

سنی پبلیکیشنز

Mobile : 0091 9867934085

2818/6 کوچہ چیلاں گلی گڑھیہ نزد کیکر والی مسجد دریا گنج، نیو دہلی 110002۔ انڈیا

عورت کے طلاق دینے کے سلسلے میں ایک بے حد مفید اور کار آمد تحریر
نکاح کرنے کا منفرد طریقہ جس کے ذریعے

عورت بھی طلاق دے سکتی ہے

(پاکستانی نکاح نامہ کالم نمبر 18 کی خرابیاں)

مصنف

خیر خواہ اہلسنت

مولانا شاہد بریلوی

بانی وسرپرست تحریک ویلکم ٹو اسلام
برنلے۔لنکاشائر۔یو کے

Maktaba-tul-Barailviyyah
Barailvi House 84-86 grey street
Burnley BB10 1BZ
Email: khairkhaheahlesunnat@gmail.com
Contact Number , Mobile and Whatsapp
00447853292843

فہرست

مسائل بیان کیے گئے ہیں۔آپ کے رسائل مختصر اور سہل ہیں۔حوالہ جات بھی ذکر کرتے ہیں اس التزام سے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

تاج ملت شہزادہ اعلیٰ حضرت نواسہ وخلیفہ حضور مفتی اعظم ہند برادر تاج الشریعہ حضرت علامہ محمد منان رضا خان منانی میاں دامت برکاتہم العالیہ بھی،مولانا شاہد صاحب کو تمغہ خلافت سے بہرہ مند فرما چکے ہیں جو کہ ایک اعزاز کی بات ہے۔

آپ مسائل پر گفتگو اور صلاح مشورہ کے لیے میرے پاس تشریف لاتے رہتے ہیں۔مزید علمی کاموں میں مصروف ہیں۔آپ واٹس اپ گروپس اور فیس بک کے ذریعے شرعی مسائل میں لوگوں کی رہنمائی بھی فرماتے ہیں۔

شروحات اور فتاوی کا اچھا خاصا ذخیرہ آپ کے پیش نظر رہتا ہے۔اُردو کے ساتھ ساتھ انگلش پر بھی بھرپور دسترس ہے۔سائل کی زبان میں تشفی بخش جواب پر قدرت اور عبور حاصل ہے۔مزید سیکھنے کا عمل بھی جاری ہے اور آپ اس بات میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ آپ کا علمی اور اہم کام دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا شاہد صاحب زید مجدہ کے علم وفضل میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور آپ کی کتابوں سے عوام وخواص کو مستفید فرمائے۔اللہ تعالیٰ آپ کی یہ خدمت بھی قبول فرمائے اور آپ کو دین و دنیا کی کامیابیاں اور بھلائیاں عطا فرماتے ہوئے آپ کی عمر وصحت اور علمی مساعی میں برکتیں عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْم

محمد ریاض احمد سعیدی (یوکے)

تقریظ جمیل

استاذ العلما مشفق و مہربان استاذ محترم حضرت علامہ مولانا مفتی ریاض احمد سعیدی مدظلہ العالی
سابق مفتی جامعہ قادریہ رضویہ محلہ مصطفیٰ آباد فیصل آباد۔ پاکستان

مولانا محمد شاہد بریلوی سلمہ اللہ تعالیٰ ایک باصلاحیت نوجوان عالم دین اور احوال زمانہ سے واقف ہیں۔ آپ بہترین ذوق اور وافر جذبہ خیر خواہی رکھتے ہیں۔ اسی مخلصانہ جذبہ کے تحت اپنی پر درد علمی کاوشیں منظر عام پر لا رہے ہیں۔ آپ نے روایتی موضوعات سے ہٹ کر ایک اہم موضوع پر قلم اُٹھایا ہے۔ اِن علمی مسائل کی اِشاعت اس پرفتن دَور کی اہم ضرورت ہے۔ آپ کی دینی مساعی لائق تحسین ہے۔

اپنی جیب سے رقم خرچ کر کے یہ مفید کتب مفت فراہم کرنے کے پیچھے بھی یہی سوچ اور جذبہ خیر خواہی کار فرما ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی پہلی تصنیف ''طلاق دینے کا طریقہ،، کی طرح یہ کاوش ''عورت بھی طلاق دے سکتی ہے،، بھی قارئین کے لیے انتہائی مفید اور آپ کے لیے توشہ آخرت ثابت ہوگی۔ پہلی تصنیف میں علما سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ لوگوں نے اس کام کو خوب سراہا ہے۔

یقیناً آپ کی کتب و رسائل عوام المسلمین کے لیے مشعل راہِ ہدایت بنیں گے کیونکہ ان کتب میں علمی پیچیدگیوں میں اُلجھانے کی بجائے آسان انداز اور مناسب لفظوں میں

آج یہ تحریر لکھتے ہوئے میری آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ رہی ہیں گویا تمام مجبور و بے بس عورتیں میری طرف منہ چڑا کر دیکھ رہی ہیں اور زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہیں ارے تم کو بھی تو اندازہ لگانا نہیں آتا۔

مفتیان کرام اور عوام اہلسنت کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ تفویض طلاق کی صورت میں شریعت اسلامیہ نے عورت کو طلاق دینے کا حق دلایا ہے اور یہ بلا کراہت جائز بھی ہے اسی لیے ہمارے فقہاء اَحناف نے حلالہ مشروط میں پائی جانے والی کراہت سے بچنے کے لیے عورت کو اس شرط پر نکاح کرنے کی اجازت دی ہے کہ وہ طلاق کا اختیار اپنے پاس رکھے۔

بہار شریعت، حصہ 8 میں صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ

''نکاح بشرط التحلیل جس کے بارے میں حدیث میں لعنت آئی وہ یہ ہے کہ عقد نکاح یعنی ایجاب وقبول میں حلالہ کی شرط لگائی جائے اور یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے۔ زوج اول وثانی اور عورت تینوں گنہگار ہوں گے مگر عورت اِس نکاح سے بھی بشرائط حلالہ شوہر اول کے لیے حلال ہوجائے گی اور شرط باطل ہے۔ اور شوہر ثانی طلاق دینے پر مجبور نہیں۔ اور اگر عقد میں شرط نہ ہوا گرچہ نیت میں ہو تو کراہت اصلاً نہیں بلکہ اگر نیت خیر ہو تو مستحق اجر ہے''۔

(درمختار وغیرہ)

اگر نکاح اس نیت سے کیا جارہا ہے کہ شوہر اول کے لیے حلال ہوجائے اور عورت یا شوہر اول کو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نکاح کر کے طلاق نہ دے تو دقّت ہو گی تو اس کے لیے بہتر حیلہ یہ ہے کہ اُس سے یہ کہلوالیں کہ اگر میں اس عورت سے نکاح کر کے جماع کروں یا نکاح کر کے ایک رات سے زیادہ رکھوں تو اس پر بائن طلاق ہے۔ اب عورت سے جماع

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ
اَمَّا بَعۡد:
فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

گزشتہ دنوں اسلام آباد کی ایک یونیورسٹی میں طالبات نے خواتین کے حقوق کے نام پر احتجاج کرتے ہوئے بہت ہی نازیبا اور گھٹیا انداز میں احتجاج کیا جس میں بے پردہ نوجوان لڑکیوں نے مغربی لباس پہن کر مشرقی اَقدار و روایات کا مذاق اڑایا، نیز بعض اسلامی تعلیمات کے بھی خلاف شرمناک مظاہرہ کیا۔ان پلے کارڈز کو پڑھتے پڑھتے میری نظر ایک تحریر پر پڑی جس کی عبارت کا خلاصہ یہ تھا کہ

”طلاق صرف شوہر ہی کیوں دیتا ہے عورت کو بھی یہ حق ملنا چاہیے تاکہ اُس کے پاس یہ اختیار ہو کہ جب شوہر تنگ کرے یا اُس کے حقوق ادا نہ کرے تو طلاق دے کر اس قید سے آزاد ہو جائے۔“

اس پلے کارڈ کو پڑھتے ہی میری سوچ یکسر بدل گئی،تھوڑی دیر پہلے تو میں ان کو بے حیا بے شرم کہہ رہا تھا مگر اچانک میرے دل میں ان کے لیے ہمدردی پیدا ہو گئی اور ذہن میں یہ شعر آ گیا۔

غم اپنا گر ہم کو سنانا نہیں آتا
تم کو بھی تو اندازہ لگانا نہیں آتا

لولاک ﷺ کی مبارک سیرت اُسوہ حسنہ تھی، اَزواج مطہرات کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا مثالی حسن سلوک اُن کے پیش نظر تھا، وہ عورت کو مجبور نہیں کرتے تھے اگر عورت چاہتی تو ویسے ہی طلاق لے کر یا خلع کے ذریعے بآسانی طلاق لے کر کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیتی تھی مگر فی زمانہ بہت سارے مشرقی مرد عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھتے ہیں اور اس کے ساتھ ایک نوکرانی جیسا سلوک کرنے کو مردانگی کہتے ہیں، اس کے برعکس مغرب میں مرد عورت کو برابر کا درجہ دیتا ہے بلکہ اپنی بیوی کی خدمت کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا۔

فی زمانہ عورتوں پر ظلم وستم:

فی زمانہ عورتوں پر ظلم وستم کے واقعات بہت بڑھ گئے ہیں، عورت تنگ آکر طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اور شوہر صاحب فرعونیت پر اُتر آتے ہیں اور مفت طلاق دینا تو دور کی بات مال کے بدلے طلاق دے کر خلع کرنا بھی گوارا نہیں کرتے، ہر طرح کوشش کرنے کے بعد عورت مجبور ہو کر غیر شرعی عدالت یعنی کورٹ کے ذریعے فسخ نکاح کرواتی ہے اور اپنے زعم میں شوہر سے جان چھڑاتی ہے مگر مفتیان کرام فتوی دیتے ہیں کہ کورٹ نے خلع اور فسخ نکاح کے شرعی تقاضے پورے نہیں کیے لہذا ابھی آپ قید نکاح سے آزاد نہیں ہوئیں، خوف خدا والی بہنیں تو رو دھو کر بغیر دوسرے نکاح کے گھٹ گھٹ کر اس دنیا سے رخصت ہو جاتی ہیں جبکہ بے باک عورتیں شرعی فتوی لینے کی بھی زحمت گوارا نہیں کرتیں، ان کے خیال میں مولوی اس ذات کا نام ہے جسے معاشرے کے کسی فرد کی کسی ضرورت کا کوئی احساس نہیں۔

نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہے کہ علماء کرام عوام کی ضروریات سے باخبر نہیں ہیں یا انہیں اُن کی ضروریات کا احساس نہیں ہے بلکہ ہر دور میں عوام کی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر ہمارے علماء کرام ذوی الاحترام بعض احکام میں تبدیلی کرتے آئے ہیں اور یہ تبدیلیاں بھی قرآن وحدیث میں بیان کردہ اُصول وضوابط کی روشنی میں ہوتی ہیں۔ ہمیں شتر بے مہار بننے

کرتے ہی یا رات گزرنے پر طلاق پڑ جائے گی۔ یا یوں کرے کہ عورت یا اُس کا دکیل یہ کہے کہ میں نے یا میری مؤکلہ نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ مجھے یا اُسے اپنے نفس کا اختیار ہے کہ جب چاہے اپنے کو طلاق دے لے، وہ کہے: ''میں نے قبول کیا، اب عورت کو طلاق دینے کا خود اختیار ہے۔ اور اگر پہلے زوج کی جانب سے الفاظ کہے گئے کہ میں نے اُس عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ اُسے اُس کے نفس کا اختیار ہے تو یہ شرط لغو ہے عورت کو اختیار نہ ہوگا۔ (درمختار، ردالمحتار)

معلوم ہوا یہ طریقہ بلا کراہت جائز ہے اور عورت اگر اس شرط پر نکاح کرے تو بالکل درست ہے۔ بہت سارے نئے مسائل کا حل پرانے فقہی جزئیات کی روشنی میں نکالنا ہمارے فقہائے کرام کا طرہ امتیاز رہا ہے اور یہ اسلام کی عالمگیریت اور تا قیامت قابل عمل دین ہونے کی بہترین مثال ہے۔

مغربی ممالک اور اسلامی اقدار:

آج دنیا کے کثیر ممالک نے عورت کو بھی طلاق دینے کا حق دلایا ہے جس کی وجہ سے بہت ساری خواتین شوہر کی طرف سے ہونے والی زیادتیوں سے کافی حد تک بچ گئی ہیں کیوں نہ ہم بھی اپنی ان مسلمان بہنوں کو یہ حق دیں جو صرف اس وجہ سے نکاح نہیں کرتیں کہ شوہر کی غلامی کرنی پڑے گی نیز اُن کے دل سے اس خیال کو بھی نکال دیں کہ یورپ عورتوں کے حقوق کا بہت خیال رکھتا ہے کہیں ایسا نہ ہو ہماری مغربیت زدہ نسل ہمارے ہاتھ سے ہی نکل جائے اور اس کے ذمہ دار ہم بنیں جو سب کچھ جاننے کے باوجود بھی اپنی عورتوں کو یہ حق نہیں دِلوا رہے۔

پہلے دور میں عورت کو طلاق کا حق دینے کی ضرورت نہیں پڑی کیوں کہ مسلمان خوف خدا والے تھے، عورت کے حقوق ادا کرتے تھے۔ ان کے پیش نظر رسول پاک صاحب

عورت کا بغیر اس کی مرضی حاصل کیے نکاح نہ کر سکنے کا بیان، حدیث نمبر:5136

حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ.

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب: لَا يُنْكِحُ الْأَبُ وَ غَيْرُهُ الْبِكْرَ وَالثَّيِّبَ إِلَّا بِرِضَاهُمَا، رقم الحدیث. 5136)

ترجمہ: ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام دستوائی نے، ان سے یحییٰ بن ابی بشیر نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوہ عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لی جائے اور کنواری عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ مل جائے۔ صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! کنواری عورت اذن کیونکر دے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ وہ خاموش رہ جائے۔ (یہ خاموشی اس کا اذن سمجھی جائے گی)۔

اور اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ عورت سرعام بازاروں میں پلے کارڈ اٹھا کر تفویض طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے اور نہ ہونے کی صورت میں نکاح کرنے کے لیے ہی تیار نہیں ہے۔ یہ علماء کرام کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

اس ساری تمہید کے بعد میں قرآن وحدیث سے بطور نمونہ چند ایسی مثالیں پیش کرتا ہوں جو ہمارے علماء کرام صدیوں سے پڑھتے اور پڑھاتے چلے آئے ہیں جسے فقہ کی اصطلاح میں تفویض طلاق کہا جاتا ہے جس کے ذریعے عورت بھی طلاق دے سکتی ہے۔

کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی۔ اسی طرح اپنی جائز خواہشوں کا گلا گھونٹ کر گھٹ گھٹ کر جینے یا خودکشی کرنے پر بھی مجبور نہیں کیا گیا بلکہ ہر معاملے میں میانہ روی اختیار کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

ہمارے علمائے کرام نے اس دور میں مخصوص شرائط کے ساتھ عوام کی ضرورت کے پیش نظر فقہ حنفی کی بجائے امام مالک علیہ الرحمہ کے قول پر فتوی دے کر عوام کے لیے آسانی پیدا کر دی، چنانچہ اہلسنت کی عظیم علمی درس گاہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور انڈیا میں بہت بڑا سیمینار ہوا جس میں کثیر علماء کرام کی مشاورت سے یہ طے پایا اگر کسی عورت کا شوہر لاپتہ ہو جائے تو وہ اپنے شہر کے بڑے مفتی صاحب کے پاس مقدمہ درج کرائے۔ مفتی صاحب اسے چار سال کا وقت دیں اور خود بھی معاملے کی تحقیقات کروائیں۔ اگر واقعی شوہر کی کوئی خبر نہیں ملتی تو چار سال بعد عورت کو شوہر کی وفات کی عدت چار ماہ دس دن پوری کرنے کا حکم جاری فرمائیں۔ عورت عدت کی مدت پوری کر کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔

اسی طرح فقہاء احناف تعسر نفقہ کی وجہ سے تنسیخ نکاح نہیں فرماتے تھے۔ مگر فی زمانہ حالات کے پیش نظر ہمارے علماء کرام نے فقہ شافعی کے مطابق تعسر نفقہ کی وجہ سے مخصوص شرائط کے ساتھ فسخ نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ اس موضوع پر مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین مصباحی مدظلہ العالی کی کتاب ''فقہ حنفی میں حالاتِ زمانہ کی رعایت،، ضرور پڑھیں۔ یہ کتاب مجلس شرعی کے فیصلے جلد اول صفحہ نمبر 459 تا 523 پر بھی موجود ہے۔

ایک وہ پاکیزہ دورِ رسالت تھا جب شرم و حیا اس قدر تھی کہ بوقت نکاح عورت کی خاموشی کو اجازت تصور کیا جاتا تھا، جیسا کہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ

صحیح البخاری، کتاب: نکاح کا بیان، باب: کسی شخص یا والد کے لیے بالغہ یا کسی بیوہ

گراں گزرا اور یہ آیت نازل ہوئی اور ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا گیا۔ اس وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ کی 9 اَزواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ تھیں۔ ان میں سے 5 کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا اور وہ یہ ہیں:

(1) حضرت عائشہ بنتِ ابی بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا۔

(2) حضرت حفصہ بنتِ فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا۔

(3) حضرت اُمِّ حبیبہ بنتِ ابی سفیان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا۔

(4) حضرت اُمِّ سلمٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا بنتِ اُمیہ۔

(5) حضرت سودہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا بنتِ زَمْعَہ۔

اور 4 اَزواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کا تعلق قبیلہ قریش کے علاوہ دیگر قبائل سے تھا، اور وہ یہ ہیں:

(1) حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا بنتِ جحش اسدیہ۔

(2) حضرت میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا بنتِ حارث ہلالیہ۔

(3) حضرت صفیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا بنتِ حُیَیْ بن اخطب خیبریہ۔

(4) حضرت جویریہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا بنتِ حارث مصطلقیہ۔

سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا کہ جلدی نہ کرو اور اپنے والدین سے مشورہ کرکے جو رائے ہو اس پر عمل کرو۔ انہوں نے عرض کی: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ کے معاملہ میں مشورہ کیسا، میں اللّٰہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ کو اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں اور باقی ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ نے بھی یہی جواب دیا۔ (خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۲۸، ۲۹، ۳/ ۴۹۷، ملخصاً)

آیئے قرآن وحدیث نیز فقہ حنفی کی روشنی میں اس حوالے سے چند باتیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جن سے ثابت ہوگا کہ عورت کو طلاق کا حق دینا عین اسلامی کام ہے، اسلام نہ صرف اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ عملی طور پر اس کا نفاذ بھی ہوا ہے۔

عورت کو طلاق کا اختیار دینے کی سب سے بڑی مثال ہمیں نبی رحمت شفیع امت تاجدار ختم نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی سیرت طیبہ سے ملتی ہے جس کا بیان صرف سیرت کی کتب میں ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن مجید میں بھی موجود ہے

اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی سورہ احزاب میں ارشاد فرماتا ہے کہ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب ۳۳: ۲۸-۲۹)

اے غیب بتانے والے (نبی) اپنی بیبیوں سے فرمادے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بیشک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

تفسیر صراط الجنان میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ: اے نبی! اپنی بیویوں سے فرمادو۔

شانِ نزول: سرکارِ دو عالَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ کی ازواجِ مُطہرات نے آپ سے دُنیوی سامان طلب کیے اور نفقہ میں زیادتی کی درخواست کی، جبکہ یہاں تو دنیا سے بے رغبتی اپنے کمال پر تھی اور دنیا کا سامان اور اس کا جمع کرنا گوارا ہی نہ تھا، اس لئے ان کا یہ مطالبہ حضورِ اقدس صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ کے قلبِ اطہر پر

کہہ سکتا ہے کہ شوہر نے علیحدگی اختیار کی ہے اس طعنے سے بچنے کے لیے قرآن پاک نے کس قدر پیارا درس دیا ہے کہ طلاق کا حق ہی عورت کے سپرد کر دیا جائے تا کہ وہ اپنی زندگی کا فیصلہ خود کرے اگر کل کو اس فیصلے پر ندامت بھی ہو تو شوہر کو ملامت کرنے کی بجائے خود کو ملامت کرے۔

علمائے کرام توجہ فرمائیں:

اہل علم حضرات کے لیے انتہائی قابل غور بات یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم رؤوف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات نے طلاق کا مطالبہ نہیں کیا تھا پھر بھی اللہ تعالی کے حکم سے پیارے آقا ﷺ نے انہیں طلاق کا اختیار عطا فرمایا اگر وہ چاہیں تو طلاق کو اختیار کر کے اپنی مرضی سے جدا ہو سکتی ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کوئی شرعی وجہ پائی جائے اور عورت طلاق کا حق مانگے تو بدرجہ اَولیٰ اسے اختیار دینا جائز ہو گا اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

اس میں عورتوں کے لئے بھی تعلیم ہے کہ اسلام انہیں کس قدر آزادی دیتا ہے انہیں اپنی جائز خواہشوں کا گلا گھونٹ کر سسک سسک اور بلک بلک کر زندگی گزارنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ جس طرح شادی سے پہلے انہیں اختیار دیتا ہے وہ جس کو پسند کریں اسی سے نکاح کریں اسی طرح شادی کے بعد بھی انہیں شوہر سے طلاق لے کر علیحدہ ہونے کا اختیار دیتا ہے اس ضمن میں چند احادیث مبارکہ پیش کرتا ہوں تا کہ میری بات سمجھنا مزید آسان ہو جائے۔

ناراضی کی صورت میں بیٹی کا نکاح ناجائز اور مردود ہے:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَ مُجَمِّعٍ ابْنَيْ يَزِيدَ بْنِ جَارِيَةَ عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ

فقہی مسئلہ:

جس عورت کو اختیار دیا جائے وہ اگر اپنے شوہر کو اختیار کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو اَحناف کے نزدیک ایک بائنہ طلاق واقع ہوتی ہے۔

نوٹ: طلاق سے متعلق مزید مسائل کی معلومات حاصل کرنے کے لئے بہارِ شریعت حصہ 8 کا مطالعہ فرمائیں۔

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ:

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو۔

معلوم ہوا کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اختیار کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو اور قیامت کو اختیار کرنا ہے، جسے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مل گئے اسے خدا اور ساری خدائی مل گئی اور جو حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دور ہوا وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو گیا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کی نیکیوں کا اجر و ثواب دوسروں سے زیادہ ہے۔ (صراط الجنان فی تفسیر القرآن، جلد ۷، ص ۶۰۱۔۶۰۰)

محترم قارئین:

ہمارے آقا و مولیٰ جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی مبارک زندگی کا ایک ایک لمحہ امت کے لئے اُسوہ حسنہ ہے اس میں امت کے لیے سیکھنے اور سمجھنے کی بہت ساری باتیں ہیں جن میں سے ایک بات یہ ہے کہ جب شوہر یہ محسوس کرے کہ اس کی بیوی اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو اس کو ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور نہ کرے بلکہ اس کو اچھے طریقے سے رخصت کر دے، خود طلاق دینے کی بھی اجازت ہے مگر کل کو کوئی

زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے:

اس آیت میں ڈھیروں مال دینے کا تذکرہ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے اگرچہ بہتر کم مہر ہے یا اتنا مہر کہ جس کی ادائیگی آسان ہو۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ بر سر منبر فرمایا: عورت کے مہر زیادہ مقرر نہ کرو۔ ایک عورت نے یہی آیت پڑھ کر کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ ہمیں دیتا ہے اور تم منع کرتے ہو۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے عمر! تم سے ہر شخص زیادہ سمجھ دار ہے، (اے لوگو!) تم جو چاہو مہر مقرر کرو۔ (مدارک، النساء، تحت الآیۃ: ۲۰، ص۲۱۹)

سُبْحَانَ اللّٰه! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شانِ انصاف اور طہارتِ نفس کس قدر اعلیٰ تھی، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(صراط الجنان فی تفسیر القرآن، ج ۲، ص۱۶۹۔۱۶۸)

اسلام نے عورت کو خلع کا اختیار دیا ہے:

بخاری شریف میں ہے:

حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ جَمِيلٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ، وَلٰكِنِّيْ أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟ قَالَتْ نَعَمْ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً۔

(صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع و کیف الطلاق فیہ، حدیث ۵۲۷۳)

خِذَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ فَأَتَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهُ.

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب اذا زوج ابنتہ وہی کارہۃ فنکاحہ مردود، حدیث نمبر 5138)

ہم سے اسماعیل بن ابواویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے عبدالرحمٰن اور مجمع نے جو دونوں یزید بن حارثہ کے بیٹے ہیں، ان سے خنساء بنت خذام انصاریہ نے کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا تھا، وہ ثیبہ تھیں، انہیں یہ نکاح منظور نہیں تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، نبی کریم ﷺ نے اس نکاح کو فسخ کر دیا۔

عورت جتنا چاہے مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے:

{وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا}:

اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو۔

چونکہ عورتوں کے حقوق کا بیان چل رہا ہے۔ یہاں مزید ان کے حقوق بیان فرمائے گئے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارا ارادہ بیوی کو چھوڑنے کا ہو تو مہر کی صورت میں جو مال تم اسے دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ اہلِ عرب میں یہ بھی طریقہ تھا کہ اپنی بیوی کے علاوہ کوئی دوسری عورت انہیں پسند آجاتی تو اپنی بیوی پر جھوٹی تہمت لگاتے تاکہ وہ اس سے پریشان ہو کر جو کچھ لے چکی ہے واپس کر دے اور طلاق حاصل کر لے۔

(بیضاوی، النساء، تحت الآیۃ: ۲۰، ۲ / ۱۶۳)

اسی کو فرمایا کہ کیا تم بہتان اور گناہ کے ذریعے ان سے مال لینا چاہتے ہو، یہ حرام ہے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 229 کی تفسیر میں وضاحت سے ہم خُلع اور دیگر صورتوں میں مال لینے اور نہ لینے کی صورتیں بیان کر چکے ہیں، اس کا مطالعہ بھی یہاں کر لینا چاہیے۔

بیان کیا، کہا ہم سے خالد حذاء نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے کہ بریرہ (رضی اللہ عنہا) کے شوہر غلام تھے اور ان کا نام مغیث تھا۔ گویا میں اس وقت اس کو دیکھ رہا ہوں جب وہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے پیچھے روتے ہوئے پھر رہے تھے اور آنسوؤں سے ان کی ڈاڑھی تر ہو رہی تھی۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عباس! کیا تمہیں مغیث کی بریرہ سے محبت اور بریرہ کی مغیث سے نفرت پر حیرت نہیں ہوئی؟

آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ (رضی اللہ عنہا) سے فرمایا کہ کاش! تم اس کے بارے میں اپنا فیصلہ بدل دیتیں۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے اس کا حکم فرمار ہے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں صرف سفارش کر رہا ہوں۔ انہوں نے اس پر کہا کہ مجھے مغیث کے پاس رہنے کی خواہش نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان مرد وعورت کو حقوق دینے کے ساتھ ساتھ اس بات کا پابند بھی بنایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی جائز خواہشوں کا احساس کریں اور حتی المقدور ایک دوسرے کو خواہ مخواہ مجبور نہ کریں۔

قرآن پاک کی سورہ بقرہ آیت نمبر 228 کے آخر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

...وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (البقرہ۲:228)

...اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

تفسیر صراط الجنان:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ:

ترجمہ: ہم سے ازہر بن جمیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے ان کے اخلاق اور دین کی وجہ سے ان سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ البتہ میں اسلام میں کفر کو پسند نہیں کرتی۔ (کیونکہ ان کے ساتھ رہ کر ان کے حقوق زوجیت کو نہیں ادا کر سکتی) اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ کیا تم ان کا باغ (جو انہوں نے مہر میں دیا تھا) واپس کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ باغ قبول کر لو اور انہیں طلاق دے دو۔

آزاد ہونے والی باندی کو اختیار ملتا ہے:

صحیح البخاری، کتاب: طلاق کا بیان، باب: بریرہ کے شوہر کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفارش کرنا، حدیث نمبر: 5283

حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ عَبْدًا يُقَالُ لَهُ: مُغِيثٌ. كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ خَلْفَهَا يَبْكِي وَ دُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَبَّاسٍ: يَا عَبَّاسُ، أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثٍ بَرِيرَةَ، وَ مِنْ بُغْضِ بَرِيرَةَ مُغِيثًا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَوْ رَاجَعْتِهِ؟ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، تَأْمُرُنِي؟ قَالَ إِنَّمَا أَنَا أَشْفَعُ. قَالَتْ: فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهِ.

(صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب شفاعۃ النبی ﷺ فی زوج بریرۃ، رقم الحدیث ۵۲۸۳)

ترجمہ: ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے

ساقط اور حج مع الکراہۃ ادا، اس فعل ناجائز کی معصیت جُدا، پس جب ہندہ پر بسبب اجتماع شرائط کے حج فرض ہوگیا تھا اور اب معیت محرم کی نہیں ملتی تو چارہ کار یہی ہے کہ نکاح کرے،

اگر یہ خوف ہو کہ شاید اس نے نکاح کرلیا اور پھر نہ گیا تو یہ پھنس گئی اور حج بھی نہ ہوا،

یا اندیشہ ہو کہ شوہر موافق مزاج نہ نکلے چاہیے تو تھا چند روز کے لیے اور پابند ہوگئی عمر بھر کی،

یا سرے سے اسے پابند شوہر رہنا منظور ہی نہ ہو، صرف اس ضرورت کی رفع تک کہ نکاح چاہیے،

تو اقول (میں کہتا ہوں۔ت) اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ اگر تو اس سال میرے ساتھ حج کو نہ جائے تو مجھ پر ایک طلاق بائن ہو اور جب بعد حج میں واپس آؤں اور اپنے مکان میں قدم رکھوں تو فوراً مجھ پر طلاق بائن ہو، یوں اگر وہ نہ گیا تو طلاق ہو جائے گی اور اگر گیا تو واپسی پر عورت جس وقت اپنے مکان میں قدم رکھے گی نکاح سے نکل جائے گی،

اور بہتر اور آسان تر یہ ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ مجھے ہر وقت اپنے نفس کا اختیار ہو کہ جب کبھی چاہوں اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے لُوں، یوں اس کے نہ جانے یا واپس آنے پر اور اس کے بعد بھی ہر وقت عورت کو اختیار رہے گا مرضی ہو اس کی زوجیت میں رہے نہ مرضی ہو اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے کر جُدا ہو جائے،

درمختار میں ہے: مع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق لامرأۃ ولو عجوزا و ھل یلزمھا التزوج قولان ولو حجت بلامحرم جاز مع الکراھۃ۔

اور عورتوں کے لیے بھی شریعت کے مطابق مردوں پر ایسے ہی حق ہے جیسا عورتوں پر ہے۔

یعنی جس طرح عورتوں پر شوہروں کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح شوہروں پر عورتوں کے حقوق پورے کرنا لازم ہے۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ: اور مردوں کو اُن پر فضیلت حاصل ہے۔

مرد و عورت دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں لیکن مرد کو بہر حال عورت پر فضیلت حاصل ہے اور اس کے حقوق عورت سے زیادہ ہیں۔

(صراط الجنان فی تفسیر القرآن ملخصا، جلد ۱، ص ۳۴۷ تا ۳۴۹)

بوقت نکاح عورت کو طلاق کا اختیار دینا یا لینا جائز ہے:

فتاوی رضویہ شریف میں ہے: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادائے حج ہندہ پر مدت سے فرض تھا اب جانے کا قصد کیا تو محارم اس کے بجہت موانع نہیں جاسکتے، ایک محرم کو کہ ارتکاب مناہی سے بیباک ہے اور انصرام سفر کے کاموں کا اس سے متوقع نہیں، لے جانا ممکن ہے اور ایک عورت متقیہ اور ایک بھتیجا شوہر ہندہ کا کہ بچپن سے اس کے سامنے ہوتی دیندار و ہوشیار ہے جاتے ہیں ان کے ساتھ نہ جائے گی تو پھر جانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، فرض رہ جائے گا، اس صورت میں ہندہ کو جانا چاہیے یا نہیں؟ اور جائے تو کس کے ساتھ جائے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب: عورت کو بغیر محرم کے حج خواہ کسی اور کام کے واسطے سفر کرنا ناجائز ہے اور بھتیجا شوہر کا محرم نہیں، اور محرم فاسق بیکار ہے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور معیت زنِ متقیہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافی نہیں لیکن اگر بغیر محرم کے چلی گئی اور حج کرلیا تو فرض

امیر حاج فی المناسك كما قاله المصنف فی منحه قال و وجهه انه لا یحصل غرضها بالتزوج لان الزوج له ان یمتنع من الخروج معهما بعد ان یملکها و لا تقدر علی الخلاص منه و ربما لا یوا فقها فتتضرر منه بخلاف المحرم فانه ان وفقها انفقت علیه وان امتنع امسکت نفقتها وترکت الحج اھ فافهم ۔ اھ مافی ش

اقول نعم المخلص من هذه کلها ماذکرت من ان تتزوج بشرط ان تملك طلقة بائنة تطلق بها نفسها متی شاءت فان لم یخرج معها اولم یوافقها اولم ترده تخلص نفسها ولاحرج علیها ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

میں کہتا ہوں: اللباب میں اس پر جزم ہے کہ اس عورت پر نکاح کرنا لازم نہیں باوجودیکہ انھوں نے بھی یہ کہا کہ محرم یا خاوند وجوب ادا کے لیے شرط ہے اسے جوہرہ میں اور ابن امیر حاج نے المناسک میں اسی کو ترجیح دی، جیسا کہ مصنف نے اپنی منح میں کہا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح سے اس عورت کی غرض کا پورا ہونا ضروری نہیں ممکن ہے خاوند نکاح کے بعد اجازت نہ دے اور وہ عورت اس سے خلاصی پر قادر بھی نہ ہو، بہت دفعہ خاوند بیوی میں موافقت نہیں رہتی لہذا نکاح سے نقصان ہوگا بخلاف محرم کے، اگر وہ عورت کی موافقت کرے گا تو اس پر خرچ کرے گی اور اگر وہ رک جاتا ہے تو وہ خرچ بھی روک کر حج چھوڑ دے گی، اھ فافہم مافی ش

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) ان تمام صورتوں میں بچت اس میں ہے جو ہم نے ذکر کیا، عورت اس شرط پر نکاح کرے کہ عورت طلاق بائنہ کی مالک ہوگی اور جب چاہے

عورت خواہ بوڑھی ہو اس کے لیے خاوند یا محرم بالغ کا ہونا ضروری ہے بشرطیکہ وہ محرم فاسق اور مجوسی نہ ہو کیا عورت پر حج کے لیے نکاح ضروری ہے، اس بارے میں دو قول ہیں، اگر عورت نے بغیر محرم حج کر لیا تو جائز مع الکراہت ہوگا۔

(درمختار کتاب الحج مطبع مجتبائی دہلی 1 / 161-160)

ردالمحتار میں ہے: قوله قولان هما مبنيان على ان وجود الزوج او المحرم شرط وجوب ام شرط وجوب الاداء والذی اختاره فی الفتح انه مع الصحة و أمن الطريق شرط وجوب الاداء فيجب الايصاء ان منع المرض و خوف الطريق او لم يوجد زوج و لا محرم و يجب عليها التزوج عند فقد المحرم و على الاول لا يجب شيئ من ذٰلك كما فی البحر وفی النهر وصحح الاول فی البدائع ورجح الثانی فی النهاية تبعا لقاضی خاں واختاره فی الفتح اه

قوله قولان، یہ دونوں اس بنا پر ہیں کہ خاوند یا محرم کا ہونا نفس وجوب کے لیے شرط ہے یا وجوب ادا کے لیے، فتح میں جو مختار ہے وہ یہ ہے کہ صحت اور راہ پر امن ہو تو وجوب ادا کے لیے شرط ہے، اگر مرض یا راستہ کا خوف مانع ہے تو حج کے بارے میں وصیت لازم ہو گی یا خاوند اور محرم نہیں تو محرم کی عدم موجودگی میں نکاح کرنا ضروری ہوگا، اور پہلے قول پر ان میں سے کوئی چیز بھی واجب نہیں جیسا کہ بحر اور نہر میں ہے، بدائع نے اول کو صحیح بتایا اور نہایہ نے قاضی خاں کی اتباع میں دوسرے کو ترجیح دی ہے، اور فتح میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اھ

قلت: لكن جزم فی اللباب بانه لايجب عليها التزوج مع انه مشى على جعل المحرم اوالزوج شرط اداء، و رجح هذا فی الجوهرة وابن

''اگر کر دیا ہے تو کونسی شرائط کے تحت۔۔۔''

پاکستانی نکاح نامہ کے کالم نمبر 18 کی خرابیاں

شرعی اعتبار سے اس عبارت میں بہت ساری خرابیاں پائی جاتی ہیں اگر احتیاط سے کام نہ لیا جائے تو جس مقصد کے لیے یہ خانہ پری کی گئی ہے وہ حاصل نہیں ہوتا ایسا لگتا ہے کہ کسی ایسے شخص نے جو عورتوں کو یہ حق دینا ہی نہیں چاہتا تھا، کالم نمبر 18 کی عبارت ترتیب دی ہے۔ فقہ میں مہارت رکھنے والے علمائے کرام سے مشاورت نہیں کی گئی مجھے اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہے کہ ہمارے پاکستانی اہل علم حضرات نے بھی اس موضوع پر کبھی احتجاج نہیں فرمایا کیوں کہ وہ بھی عورت کو طلاق تفویض کرنے کے زیادہ حامی نہیں ہیں عام عوام تو یہ سوال بھی نہیں کرتے کیونکہ ان کو صرف یہی علم ہے کہ طلاق صرف شوہر ہی دے سکتا ہے۔

پہلی اصلاح:

اگر ایجاب وقبول یعنی نکاح سے پہلے یہ فارم فل کیا گیا تو دلہن کو طلاق کا حق حاصل ہی نہیں ہوگا کیونکہ نکاح سے پہلے دولہا کے پاس بھی طلاق دینے کا حق نہیں تھا تو جس کا وہ خود مالک نہیں، دوسرے کو کیسے مالک بنا سکتا ہے دولہا تبھی طلاق کا مالک بنتا ہے جب دولہن اس کے ساتھ نکاح کرتی ہے۔

نوٹ:

یہاں وہ عورتیں جو یہ اعتراض کرتی ہیں کہ ''صرف شوہر ہی طلاق دے سکتا ہے یہ حق بیوی کو بھی ملنا چاہیے''، یہ مسئلہ بھی ذہن نشین کر لیں کہ غیر مشروط نکاح کر کے شوہر کو یہ اختیار آپ نے خود ہی دیا ہے اگر آپ مشروط نکاح کرتیں تو شوہر کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی یہ

اپنے آپ کو دے سکے گی اب اگر خاوند اس کے ساتھ نہیں جاتا یا موافقت نہیں کرتا یا جواب نہیں دیتا تو اس سے خلاصی پائے اور اس پر کوئی تنگی نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

(ردالمحتار کتاب الحج مصطفی البابی مصر 2/158) (فتاوی رضویہ جلد 10 صفحہ 699)

معلوم ہوا کہ مخصوص حالات میں عورت بھی طلاق دے سکتی ہے اسلام نے تو بہت پہلے عورتوں کو یہ حق دے دیا تھا یہ الگ بات ہے کہ بعض اہل علم حضرات اس موضوع پر بیانات نہیں کرتے اور نہ ہی عوام کی اکثریت علما کرام سے رجوع کرنے کی زحمت گوارا کرتی ہے جس کی وجہ سے مسلمان خواتین کی اکثریت اس مسئلے سے بالکل ناواقف ہے عورتوں کو طلاق کا حق دلوانے کے لئے کسی قسم کی قانون سازی کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ پاکستانی نکاح نامہ کے کالم نمبر 18 میں یہ قانون پہلے سے ہی درج ہے ضرورت صرف شعور بیدار کرنے کی ہے۔

یہاں پر پاکستان کے قانون بنانے اور اسے نافذ کرنے والے اداروں سے وابستہ افراد کی معلومات کے لئے عرض کر دوں کہ پاکستانی نکاح نامہ کالم نمبر 18 میں موجود تفویض طلاق کی عبارت ناقص ہے اس سے عورت کو طلاق دینے کا صحیح معنوں میں حق نہیں ملتا اسے بغیر تبدیل کئے کس طرح قابل عمل بنایا جا سکتا ہے اس کے حوالے سے چند گزارشات پیش کرتا ہوں پوری یکسوئی کے ساتھ پڑھ لیجئے۔

پاکستانی نکاح نامہ کالم نمبر 18 کی عبارت کی پہلی لائن ہے

''آیا شوہر نے طلاق کا حق بیوی کو تفویض کر دیا ہے،،

اور دوسری لائن ہے:

سے دوطلاق کا مالک بن کراس کونکاح میں رکھ سکتا ہے اب اس کی مرضی ہے وہ چاہے اس کو طلاق کا حق تفویض کرے یا نہ کرے۔

تفویضِ طلاق کی اقسام:

تفویض کی دوقسمیں ہیں:

تفویض مطلق یعنی تفویض غیر مشروط

تفویض معلق یعنی تفویض مشروط

پھر ان میں سے ہرایک کی دو دو قسمیں ہیں:

تفویض غیر مشروط موقت	تفویض غیر مشروط غیر موقت
تفویض مشروط موقت	تفویض مشروط غیر موقت

پھر تفویض موقت مشروط ہو یا غیر مشروط ہرایک کی دو دو قسمیں ہیں:

موقت بالوقت المحدود	موقت بالوقت الغیر المحدود

تفویض طلاق کے بارے مزید معلومات کے لیے مفتی محمد رفیق الحسنی سلمہ الغنی صاحب کی کتاب ''رفیق الزوجین الحزینین،، بنام ''طلاق کے مسائل،، صفحہ نمبر 215 تا 258 کا مطالعہ کریں۔

اگر تفویض طلاق کی تفصیلات لکھی جائیں تو یہ تحریر بہت لمبی ہوجائے گی اختصار کے پیش نظر نکاح پڑھانے کا منفرد طریقہ عرض کرتا ہوں جس کے ذریعے شرعی اعتبار سے عورت کو طلاق کا حق مل جائے گا قانونی طور پر حق دلانے کے لیے مشروط نکاح ہوجانے کے بعد کالم نمبر 18 کی پہلی لائن میں موجود خالی جگہ اس طرح پر کردیجئے۔

''ہاں عورت جب چاہے خود کو ایک طلاق بائن دے سکتی ہے،،

اختیار مل جاتا اگر آپ نکاح ہی نہ کرتیں تو اسے طلاق کا اختیار ہی نہ ملتا اگر آپ بھی طلاق کا اختیار لینا چاہتی ہیں تو یہ تحریر مکمل پڑھ لیں ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی یہ پریشانی بھی ہمیشہ کے لیے دور ہو جائے گی۔

دوسری اصلاح:

اور اگر نکاح غیر مشروط کے بعد یہ فارم فل کیا جیسے کہ ہمارے ہاں رائج ہے کہ ایجاب کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے نکاح خواں کہتا ہے کہ

''میں نے اپنی مؤکلہ فلانہ بنت فلاں بن فلاں کو بعوض حق مہر........ روبروان گواہوں کے آپ کے نکاح میں دیا، کیا آپ نے قبول کیا؟''

دولہا کہتا ہے: ''قبول کیا''

تو صرف اسی مجلس میں عورت خود کو طلاق دے سکتی ہے جس میں اس کو یہ علم ہوا کہ شوہر نے اسے طلاق کا حق تفویض کر دیا ہے کیونکہ اس بات پر ہمارے فقہاء کا اجماع ہے کہ تفویض غیر موقت میں اختیار، علم کی پہلی مجلس تک ہوتا ہے۔ جب مجلس بدلے گی مثلاً دلہن سسرال جانے کے لیے روانہ ہوئی تو مجلس بدلتے ہی طلاق دینے کا اختیار بھی جاتا رہا جس مقصد کے لیے یہ خانہ پر کیا تھا وہ پورا نہ ہوا۔

تیسری اصلاح:

بالفرض بیوی نے اسی مجلس میں خود کو طلاق دے دی تب بھی بیوی نکاح سے نہیں نکل سکتی کیونکہ اس عبارت سے دلہن صرف ایک طلاق رجعی کی مالکہ بنتی ہے دوران عدت شوہر جب چاہے رجوع کر سکتا ہے مثال کے طور پر ادھر بیوی نے کہا میں نے خود کو طلاق دی اُدھر شوہر نے کہا: ''میں نے رجوع کیا''، تو رجوع کرتے ہی عدت رک جائے گی اور شوہر پھر

اس طریقہ سے نکاح کرنے کا عورت کو فائدہ ہی فائدہ ہے کیونکہ یہ الفاظ کہنے سے عورت فوراً نکاح سے نکل جائے گی اور عدت گزار کر جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ نکاح ختم کرنے کے لیے ایک طلاق کافی ہے تین طلاقیں لینا یا دینا ضروری نہیں ہے بلکہ تین طلاقیں اکٹھی دینا یا لینا گناہ ہے۔

ایک طلاق بائن کا یہ فائدہ رہتا ہے کہ عورت چاہے تو عدت کے دوران یا عدت پوری ہونے کے بعد اسی سابق شوہر سے بغیر حلالہ کے دوبارہ نئے سرے سے نکاح کر سکتی ہے

مشروط نکاح کا یہ طریقہ میں نے بہار شریعت سے سیکھا ہے بہار شریعت حصہ 8 میں حلالے کے مسائل کے تحت فتاویٰ شامی کے حوالے سے نکاح کا ایسا طریقہ لکھا ہے جس سے عورت کو ہمیشہ کے لیے طلاق دینے کا اختیار مل جاتا ہے عورت چاہے تو اس طرح نکاح کر سکتی ہے شریعت اسلامیہ عورت کو مکمل اختیار دیتی ہے۔

عورت یا اُس کا وکیل یہ کہے کہ: ''میں نے یا میری مؤکلہ نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ مجھے یا اُسے اپنے نفس کا اختیار ہے کہ جب چاہے اپنے کو طلاق دے لے، وہ کہے: ''میں نے قبول کیا،،

اس طریقے کی ضرورت:

مشروط نکاح متعارف کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ فی زمانہ مغربی ممالک میں عورت کو طلاق دینے کا اختیار دیا گیا ہے جس کی وجہ سے مغربی خواتین بہت حد تک شوہر کے ظلم و ستم سے محفوظ ہو گئی ہیں اگر مسلم خواتین کو بھی یہ اختیار حاصل ہو جائے تو ان کو خلع کے لیے شوہر کی منتیں نہیں کرنی پڑیں گی اور نہ ہی کسی کورٹ یا مفتی صاحب سے فسخ نکاح کرانا پڑے گا۔ نیز اللہ نہ کرے کسی کا شوہر لا پتہ ہو جائے جسے مفقود الخبر کہتے ہیں تو اس

دوسری لائن کی خالی جگہ پر لکھیں: ''کوئی شرط نہیں،،

مشروط نکاح کا طریقہ:

سب سے پہلے نکاح خواں دلہن سے اِن الفاظ کے ساتھ ایک بار اجازت لے،

.... بنت........ بن........ کیا آپ مجھے ان گواہوں کے رو برو اجازت دیتی ہیں کہ آپ کا نکاح........ بن........ بن........ سے بعوض حق مہر ....اس شرط پر کر دیا جائے کہ آپ جب چاہیں خود کو ایک طلاق بائن دے سکتی ہیں؟

دلہن کہے: ''ہاں اس شرط کے ساتھ اجازت دیتی ہوں،،

پھر نکاح خواں دولہا کے سامنے دلہن کا وکیل بن کر ایجاب کے یہ الفاظ ایک بار کہے:

........بن........ بن........ آپ کا نکاح بعوض حق مہر........ روبرو اِن گواہوں کے اپنی مؤکلہ........ بنت........ بن........ کے ساتھ اس شرط پر کیا کہ وہ جب چاہے خود کو ایک طلاق بائن دے سکتی ہے، کیا آپ نے قبول کیا؟

دولہا کہے: ''میں نے اس شرط کے ساتھ قبول کیا،،

اس طریقہ نکاح کے فوائد:

اس منفرد طریقے کے بے شمار فوائد ہیں:

سر فہرست یہ فائدہ ہے کہ جس طرح شوہر جب چاہے اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے اسی طرح عورت بھی جب چاہے خود کو طلاق دے کر نکاح کی پابندی سے آزاد ہو سکتی ہے مثلاً عورت کہے:

''میں خود کو ایک طلاق بائن دیتی ہوں،،

بس اب دونوں دوبارہ میاں بیوی بن گئے، پہلے کی طرح تمام معاملات حلال ہو گئے۔مگر شوہر کے پاس اب صرف دو طلاق کا حق باقی ہے۔

اس تحریر کا مقصد:

اس تحریر کا مقصد طلاق کو فروغ دینا نہیں بلکہ ان لوگوں کو آگاہ کرنا ہے جو اسلام پر اپنی جہالت کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں اور مغربی قوانین کے قصیدے پڑھتے ہیں۔ مغرب تو آج حقوق نسواں کی بات کرتا ہے اسلام نے تو 1400 سال پہلے ہی عورتوں کو ان کے حقوق دے کر ہر طرح کے ظلم وستم سے ان کو بچا لیا تھا۔

شادی شدہ عورتیں کیا کریں:

ہمارے ہاں عام طور پر عورت طلاق کا حق لینا نہیں چاہتی جس کی وجہ سے پاکستانی نکاح نامہ کالم نمبر 18 کو پر کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ایجاب وقبول بھی غیر مشروط ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں صرف شوہر طلاق دے سکتا ہے اگر شادی شدہ عورت بھی طلاق کا اختیار لینا چاہتی ہے تو اسے چاہیے کسی ماہر مفتی صاحب کے ذریعے بیان کردہ طریقہ کار کے مطابق شوہر سے تفویض طلاق کرالے، پھر اُس کے پاس بھی یہ حق ہوگا کہ جب نوبت طلاق تک آپہنچے اور اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو تو یہ ایک طلاق بائن دے کر نکاح کی قید سے خود کو خود بھی آزاد کر سکتی ہے اور اگر یہ اختیار اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتی تو جب چاہے یہ کہہ کر اپنا اختیار ختم کر سکتی ہے کہ ''میں شوہر کو اختیار کرتی ہوں طلاق نہیں چاہتی،،

اب عورت کے پاس طلاق دینے کا حق باقی نہیں رہے گا،صرف شوہر جب چاہے گا طلاق دے سکے گا۔

بلا وجہ طلاق دینے یا لینے کی مذمت:

یہ دین اسلام کا حسن ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو زندگی کے ہر شعبے میں

پریشان کن صورتحال میں بھی عورت خود کو طلاق دے کر عدت پوری کرنے کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔

جو عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ خوش ہیں وہ کبھی بھی طلاق کو اختیار نہیں کریں گی اور جو خوش نہیں ہیں تو ان کو یہ اختیار مل جائے گا کہ جب چاہیں نکاح سے آزاد ہوسکتی ہیں۔

اگر عورت نے طلاق دے دی تو:

آخر میں یہ وضاحت بھی کردوں کہ اگر عورت نے جلد بازی میں خود کو طلاق دے ہی دی اور اب پچھتا رہی ہے تب بھی کوئی نقصان نہیں ہوا، جی ہاں! بالکل پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ عورت کو صرف ایک طلاق بائن دینے کا اختیار ملا تھا جو اس نے استعمال کیا اب اگر دوبارہ اسی شوہر سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو عدت کے دوران یا عدت کے بعد جب چاہے بغیر حلالہ کے دوبارہ نئے مہر کے ساتھ دو گواہوں کی موجودگی میں اپنے ہی گھر کے اندر نکاح کرسکتی ہے۔

عورت اب طلاق کا اختیار نہیں لینا چاہتی تو درج ذیل الفاظ کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے اور اگر دوبارہ طلاق کا حق لینا چاہتی ہے تو پچھلے صفحات پر دیئے گئے طریقہ کے مطابق مشروط نکاح کرسکتی ہے۔

تجدید نکاح کا آسان طریقہ:

عورت دو مسلمان عاقل بالغ مردوں کی موجودگی میں اپنے سابق شوہر سے کہے:

”میں نے (مثلاً) بعوض 50£ مہر ان گواہوں کی موجودگی میں آپ سے نکاح کیا کیا آپ نے قبول کیا؟“

شوہر کہے: ”میں نے قبول کیا“

آنسو بہاتے ہیں۔

یہاں پر یہ بھی عرض کر دوں کہ اگر میاں بیوی میں ناراضگی بڑھ جائے تو انہیں چاہیے کہ لوگوں کو بتانے کی بجائے ایک ہی گھر میں رہیں اور بول چال بند رکھیں چاہے اس طرح ایک سال گزر جائے پھر بھی نکاح نہیں ٹوٹتا۔ مرد یا عورت اگر فی الحال دوسرا نکاح نہیں کرنا چاہتے تو ممکن حد تک اس نکاح کو نہ توڑیں جہاں تک ہو سکے طلاق کو آخری آپشن کے طور پر استعمال کیا جائے فی زمانہ بیوی یا بچوں کو مارنا قانوناً جرم ہے اس لیے شوہر یہ غلطی ہرگز نہ کرے۔ اگر گھر میں ہی صلح ہو جائے تو بہت اچھا ہے ورنہ اپنے خاندان کے سمجھدار افراد کے ذریعے مشکل کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

اس سے اگلی آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے خاندان کے سمجھدار افراد کے ذریعے جھگڑے کو ختم کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا۔ (النساء۴: ۳۵)

اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل (موافقت پیدا) کر دے گا بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

جس طرح قرآن مجید میں طلاق سے بچنے کا درس دیا گیا ہے اسی طرح مومنین پر رحم و کرم فرمانے والے نبیٔ کریم رؤوف الرحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی احادیث مبارکہ میں بھی یہی درس دیا گیا ہے۔ جس طرح مرد کا شرعی وجہ کے بغیر طلاق دینا گناہ اسی طرح عورت کے لیے طلاق کا مطالبہ کرنا یا دینا بھی گناہ ہے۔ نہ صرف میاں بیوی گناہ گار ہوتے

میانہ روی اور تحمل مزاجی سے کام لینے کی ترغیب دلائی ہے باہمی شکر رنجی ہونے کی صورت میں طلاق دینے سے پہلے میاں بیوی کو طلاق سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنے کا درس دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید سورہ نساء آیت نمبر 34 میں ارشاد فرماتا ہے کہ

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ۔ (النساء ۴:۳۴)

مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو اُن پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو بے شک اللہ بلند بڑا ہے۔

(ترجمہ کنزالایمان)

محترم قارئین:

اللہ تعالیٰ نے شوہر کو بیوی پر فضیلت دی ہے اور اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ بیوی کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہوتا ہے اس لیے بیوی کو بھی چاہیے کہ وہ جائز باتوں میں شوہر کی اطاعت کرے جب دونوں اپنے فرائض انجام دیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان کا گھر امن کا گہوارہ بن جائے گا۔ اگر خدانخواستہ دونوں میں ناراضگی ہو جائے تو باہم اِفہام و تفہیم سے کام لینا چاہیے اگر اس سے کام نہ چلے تو دونوں اپنے بستر الگ کرلیں تاکہ ان کو مزید غور وفکر کا موقع ملے جو لوگ چھوٹے سے جھگڑے پر فوراً تین طلاقیں اکٹھی دیتے ہیں وہ اکثر پچھتاتے ہیں اور پھر

رَائِحَةُ الْجَنَّةِ۔

جوعورت اپنے شوہر سے بلاوجہ طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے

(سنن ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب فی الخلع، ۲/۳۹۰، الحدیث:۲۲۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلٰی زَوْجِهَا ...۔

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکائے۔

(سنن ابوداود، کتاب الطلاق، باب فیمن خبّب امرأۃ علی زوجھا، ۲/۳۶۹، الحدیث:۲۱۷۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا:

اِنَّ اِبْلِیْسَ یَضَعُ عَرْشَهٗ عَلَی الْمَاءِ، ثُمَّ یَبْعَثُ سَرَایَاهُ فَاَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً اَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً، یَجِیْءُ اَحَدُهُمْ فَیَقُوْلُ فَعَلْتُ کَذَا وَ کَذَا، فَیَقُوْلُ: مَا صَنَعْتَ شَیْئًا قَالَ: وَیَجِیْءُ اَحَدُهُمْ فَیَقُوْلُ: مَا تَرَکْتُهٗ حَتّٰی فَرَّقْتُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ امْرَأَتِهٖ قَالَ: فَیُدْنِیْهِ مِنْهُ وَیَقُوْلُ: نِعْمَ اَنْتَ۔

(صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین و احکامھم، باب تحریش الشیطان و بعثہ سرایاہ لفتنۃ الناس۔۔۔الخ، ص۱۵۱۱، الحدیث:۶۷(۲۸۱۳))

ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر وہ اپنے لشکر روانہ کرتا ہے، اس کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ ڈالتا ہے۔ اس کے لشکر میں سے ایک آکر کہتا ہے: میں نے ایسا ایسا کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تم نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ان میں سے ایک شخص آکر کہتا ہے: میں نے ایک شخص کو اس حال میں چھوڑا کہ اس کے اور اس کی بیوی کے

ہیں بلکہ وہ لوگ بھی گناہ گار ہوتے ہیں جو ایک ہنستے بستے گھر کو اُجاڑ کر رکھ دیتے ہیں ایسی عورتیں اور مرد درج ذیل احادیث سے عبرت حاصل کریں جو عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔

چند احادیث:

دارقطنی معاذ رضی اللہ عنہ سے راوی، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

یَا مَعَاذُ ! مَا خَلَقَ اللّٰہُ شَیْئًا عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنَ الْعِتَاقِ وَلَا خَلَقَ اللّٰہُ شَیْئًا عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ اَبْغَضَ اِلَیْہِ مِنَ الطَّلَاقِ۔

اے معاذ! کوئی چیز اللہ (عزوجل) نے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ روئے زمین پر پیدا نہیں کی اور کوئی شے روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہ کی۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الطلاق، الحدیث:۳۹۳۹، ج ۴، ص ۴۰)

ابوداؤد نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ

اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ الطَّلَاقُ۔

تمام حلال چیزوں میں اللہ عزوجل کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب کراهیة الطلاق، الحدیث:۲۱۷۸، ج ۲، ص ۳۷۰)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

اَیُّمَا امْرَاَۃٍ سَاَلَتْ زَوْجَھَا طَلَاقًا فِیْ غَیْرِ مَا بَاْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْھَا

مہر میرے ذمہ باقی ہو، اس حالت کے ساتھ دربار خدا میں میری پیشی ہو تو یہ اُس سے بہتر ہے کہ اُس کے ساتھ زندگی بسر کروں۔

اور بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے مثلاً شوہر نامرد یا ہیجڑا ہے یا اس پر کسی نے جادو یا عمل کر دیا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں اور اس کے ازالہ کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچانا ہے۔ (درمختار وغیرہ)

اگر نوبت طلاق تک آ پہنچے اور اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو کسی مسلم سنی حنفی بریلوی عالم دین سے مشورہ ضرور کر لیں اور پوچھ لیں کہ کیا اب میرے لیے طلاق دینا یا لینا جائز ہے؟ اگر وہ اجازت دیں تو پھر طلاق دینے یا لینے میں کوئی حرج یا گناہ نہیں ہے مگر یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ بلا وجہ طلاق دینا یا لینا گناہ ہے۔

اگر کوئی یہ سوچے کہ عورت کو طلاق کا حق تفویض کرنے کی کیا ضرورت ہے ہم جب چاہیں گے کورٹ سے خلع لے لیں گے تو ایسے لوگوں کی معلومات کے لیے عرض کر دوں کہ خلع تبھی ہوگا جب شوہر مال کے بدلے میں طلاق دے گا، اگر شوہر طلاق نہ دے تو یہ خلع نہیں ہوتا یہ دراصل فسخ نکاح ہوتا ہے جسے لوگ جہالت کی وجہ سے خلع کا نام دیتے ہیں۔ فقہ حنفی میں عدالتی فسخ نکاح کے بارے میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور یہ تقریباً ناممکن العمل ہے احتیاط میں یہ شدت اس لیے اختیار کی گئی ہے کہ یہ حلال وحرام کا مسئلہ ہے، تاہم دیگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بعض حدود و قیود کے ساتھ اس کی گنجائش موجود ہے اور فقہ حنفی میں بھی یہ اصول مسلّم ومختار ہے کہ ضرورت شدیدہ کی بنا پر فسخ نکاح کے لیے دوسرے ائمہ کرام کے قول پر فیصلہ دیا جا سکتا ہے۔ جب تک ضرورت شرعی کا تحقق نہ ہو دیگر ائمہ کے اقوال پر فتویٰ دینے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

درمیان جدائی کروادی۔ ابلیس اس کو اپنے قریب کر کے کہتا ہے: ہاں! تو بہت ہی اچھا ہے۔ (تم نے کام کیا ہے)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

لَا تُؤْذِی امْرَأَۃٌ زَوْجَهَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ : لَا تُؤْذِیْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَاِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِیْلٌ اَوْشَكَ اَنْ یُّفَارِقَكِ اِلَیْنَا ۔

جب عورت اپنے شوہر کو دنیا میں ایذا دیتی ہے تو حورِ عین کہتی ہیں خدا تجھے قتل کرے اِسے ایذا نہ دے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئے گا
(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب فی المرأۃ تؤذی زوجها، ۲/۴۹۸، الحدیث: ۲۰۱۴)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمارے گھروں کو امن کا گہوارہ بنائے اور شادی شدہ مسلمانوں کو طلاق سے محفوظ فرمائے، آمین

مزید وضاحت:

کتاب کے آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ طلاق دینا یا لینا ہر حالت میں برا نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات طلاق دینا یا لینا مستحب یا واجب بھی ہوتا ہے۔

اردو زبان میں فقہ حنفی کی مستند کتاب ''بہار شریعت حصہ 8،، میں طلاق کے حوالے سے درج ہے کہ

''طلاق دینا جائز ہے مگر بے وجہ شرعی ممنوع ہے اور وجہ شرعی ہو تو مباح بلکہ بعض صورتوں میں مستحب مثلاً عورت اس کو یا اوروں کو ایذا دیتی یا نماز نہیں پڑھتی ہے،،۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے نمازی عورت کو طلاق دے دوں اور اُس کا

مذہب یہ سمجھتے ہیں کہ مرد کو گئے چار برس گزرے اور عورت کو یونہی عدت بیٹھ کر نکاح حلال ہو گیا، حاشا یہ اُن کا مذہب نہیں بلکہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ عورت قاضیِ شرع کے حضور دعوی پیش کرے، قاضی بعد ثبوتِ مفقودی کہ اس کی خبر ملنے سے بالکل ناامید ہوگئی ہو اب چار برس کی مدت اپنے حکم سے مقرر کرے، اس مدت میں بھی پتا نہ چلے تو پھر قاضی تفریق کر دے، اس کے بعد عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے اور شوہروں کے لیے حلال ہو جائے، حضورِ قاضی میں رجوع لانے سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں تو اُن کا اصلاً اعتبار نہیں۔

علامہ زرقانی مالکی، شرح مؤطائے امام مالک رضی اللہ عنہ میں فرماتے ہیں:

قَوْلُ مَالِكٍ لَوْ اَقَامَتْ عِشْرِيْنَ سَنَةٍ ثُمَّ رَفَعَتْ يَسْتَأْنِفُ لَهَا الْاَجَلَ۔

(۱) شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک، عدۃ التی تفقد زوجہا، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر ۳/۱۹۹)

امام مالک کا قول ہے کہ اگر عورت بیس سال بھی گزار چکے اور بعد میں قاضی کے ہاں معاملہ پیش کرے تو بھی قاضی اس کے لیے نئی مہلت مقرر کرے گا۔ (ت)

اب کہیے قولِ امام مالک ہی پر عمل کیجئے تو اول تو یہاں قاضی مالکی کہاں!

اور قاضی حنفی اپنے خلافِ مذہب کیوں حکم دینے لگا!

اور دے بھی تو اس کے نفاذ میں دقتیں ہیں، اور نافذ ہو بھی جائے تو ابھی ساڑھے چار برس پڑے ہیں یہ کیونکر کٹیں گے!

ایسی بےصبری وادعائے بےرزقی کا علاج تو یوں بھی نہ بنا۔

غرض خلاصہ مقصد یہ ہے کہ اللہ سے ڈرے، اللہ سے ڈرے۔ اور امر فروج کو سہل نہ جانے۔ نہ فقدانِ شوہر کو مرگِ شوہر کے پلے میں رکھے اور اتباعِ حکم کو اتباعِ رسم سے اہم تر

فاضل جج صاحبان اور مفتیان کرام اس کی ایک جھلک سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فتوی میں ملاحظہ فرمائیں:

....جنہیں نکاح پر قدرت نہ ہو ان کا علاج صحیح حدیث میں روزے رکھنا ارشاد ہوا ہے:

مَنۡ لَّمۡ یَسۡتَطِعۡ فَعَلَیۡہِ بِالصَّوۡمِ فَاِنَّہٗ لَہٗ وَجَاءٌ.(۱)۔

رواہ احمد والستۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،و سوق الحدیث و ان کان فی الرجال ، فالنساء شقائقھم (۲) بعضکم من بعض۔

جو نکاح پر قدرت نہ رکھے اس کو روزہ لازم ہے کیونکہ یہ اس کے لیے شہوت سے رکاوٹ ہے۔

اس کو امام احمد اور ائمہ ستہ نے عبدللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور حدیث کے یہ الفاظ اگر چہ مردوں کے بارے میں ہیں، تو عورتیں وہ مردوں کی طرح ہیں اور تم آپس میں ایک دوسرے کی طرح ہو۔

(۱) مسند احمد بن حنبل، مروی از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، دار الفکر بیروت ۱ / ۴۲۴)

(۲) جامع الترمذی، ابواب الطہارۃ، امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱ / ۱۶)

بلکہ احتیاج نفقہ کے عذر کو غور کیجئے تو وہ بھی اسی عذر جوانی کے ساتھ ہے جس کا علاج حدیث میں ارشاد ہو گیا۔ سن رسیدہ عورتیں جن کے شوہر مرتے یا مفقود ہو جاتے ہیں انہیں تلاشِ نفقہ کے لیے فکرِ نکاح نہیں ہوتی وہ کیونکر بسر کرتی ہیں اور یہ حالت بیوگی تو ہند کی نوجوانیں بھی اسی حال میں شریک ہیں، وہاں خدا جانے شان رزاقی خاوند میں کیوں نہیں منحصر ہو جاتی۔

لطف یہ ہے کہ یہاں تقلید امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا دامن پکڑا جاتا ہے، جاہل لوگ ان کا

خلع اور فسخ نکاح میں فرق ہے

مفتی اعظم پاکستان چیئر مین رویت ہلال کمیٹی پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب تفہیم المسائل سے اقتباس

فیملی کورٹس کے فاضل جج صاحبان کی خدمت میں مؤدبانہ گزارشات

آج کل بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں ماضی کے مقابلے میں طلاق کی شرح ویسے بھی زیادہ ہو چکی ہے اسی تناسب سے عدالتی فسخ نکاح کی شرح میں بھی اضافہ ہوا ہے جسے عرف عام میں خلع کہا جاتا ہے حالانکہ یہ شرعی خلع نہیں ہے۔

شرعی خلع یہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۞ (البقرہ229:2)

اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں (زوجین) اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت نے جو بدل خُلع دیا ہے (شوہر کے اسے لینے میں) تم دونوں پر کوئی حرج نہیں ہے یہ اللہ کی حدود ہیں سو تم اللہ کی حدود سے تجاوز نہ کرو اور جنہوں نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اس ارشاد باری تعالیٰ کی رو سے خلع یہ ہے کہ میاں بیوی اس نتیجے پر پہنچ جائیں

سمجھے اور تصور کرے کہ ہند کی نوجوانیں بیوہ ہوکر کیونکر بسر کرتی ہیں بلکہ یہ بھی درکنار اس دارالفتن ہند پرمحن میں بہت شریف زادیاں ایسی نکلیں گی جن کے خدا ناترس شوہروں نے انہیں جیتے جی معلقہ کر رکھا ہے نہ تعلق رکھیں نہ قطع کریں، وہ بیچاریاں نہ شوہر والیاں نہ بے شوہروں میں۔ پھر وہ کیا کرتی اور اپنی عفت، باپ دادا کی عزت، شرع کی اطاعت کیونکر نگاہ رکھتی ہیں۔

قطع خواہش کے لئے روزوں کی کثرت کرے۔ خیالات دل کو یادِ موت وقبر سے لگائے کہ موت کی یاد ہر خواہش ولذت کو بھلادیتی ہے۔ اگر ماں باپ بھائی کے ذریعہ سے گزر کی صورت نہیں، سینے پرونے وغیرہ کاموں سے وقت کاٹے کہ اللہ عزوجل کے یہاں صابروں میں لکھی جائے اور بہ حکم قرآن بے حساب ثواب پائے۔ اقارب، محارم اگر خبر گیری کرسکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا ثوابِ عظیم لیں، اپنی بیٹی بے ثبوتِ بیوگی نکاح غیر کی بلا میں نہ پڑنے دیں۔ عوامِ ہند ذرا ذرا سے فضول و بے جا دنیوی جھگڑوں پر دختروں خواہروں کو بٹھا رکھتے اور ان کا کلی خرچ اپنے پاس سے کرتے ہیں۔ یہ دینی حکم ہے اور اپنی ناموس کے خاص حرام وحلال کا معاملہ، اس میں بھی ذرا غیرت وحمیّت کو کام میں لائیں اور سمجھ بوجھ کر انجان نہ بن جائیں۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَھُوَ الْھَادِیْ اِلٰی سَوَاءِ الطَّرِیْقِ۔

مؤیدین: محدث سورتی صاحب، مولانا عبدالمقتدر صاحب بدایونی، مولانا الشاہ احمد حسن صاحب کانپوری، مولانا کرامت اللہ صاحب دہلوی، مولانا الشاہ ہدایت رسول صاحب قادری

(فتاوی رضویہ، ج ۱۳، ص ۳۳۹ تا ۳۴۱ ملخصاً، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور پاکستان)

کیونکہ ہمارے ججز بھی ماشاء اللہ مسلمان ہیں اور انہیں یہ معلوم ہے کہ مجرد دعویٰ ثبوت مقدمہ کے لیے کافی نہیں ہوتا بلکہ ہر مقدمے میں مدعی سے اس کے دعوے کے حق میں ثبوت مانگا جاتا ہے مدعی علیہ (Respondent) کو اپنی صفائی اور وضاحت کا موقع دیا جاتا ہے کہ یا تو وہ اعتراف جرم (Confession) کرے اور یا اپنی براءت پیش کرے۔

آج کل بالعموم یہ ہو رہا ہے کہ مدعی علیہ نہ تو اصالتہً (personally) عدالت میں حاضر ہوتا ہے اور نہ ہی وکالتہً، (through attorney) اس کو عدالت کی جانب سے رسمی طور پر طلبی کا نوٹس (summon) بھیج دیا جاتا ہے بیلف چلا جاتا ہے اس کے دروازے پر نوٹس چسپاں کر آتا ہے یا اخبارات میں اشتہار اطلاع عام بابت طلبی بہ عدالت فلاں دیدیا جاتا ہے ججز، وکلاء اور عام لوگ کب اطلاع عام کے ان روزمرہ اشتہاروں کو پڑھتے ہیں یا وہ اخبار اُن کی دسترس میں ہوتا ہے۔ جج کے منصب کو اتھارٹی اور قوت، مملکت اور سربراہ مملکت کی طرف سے حاصل ہوتی ہے لہٰذا جج پر لازم ہے کہ وہ حکومت یعنی پولیس کو پابند بنائے کہ وہ مدعی علیہ کو عدالت میں پیش کرے کیونکہ یہ محض دادرسی اور حق طلبی کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ حلال و حرام کا بھی مسئلہ ہے حالانکہ جب ہم معلوم کرتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ عام طور پر مدعی علیہ اسی شہر یا ملک میں موجود ہوتا ہے اس کا صحیح پتا بھی فریق مخالف کو معلوم ہوتا ہے یہ استثنا صرف ان مقدمات میں معتبر ہوسکتا ہے جہاں مدعی علیہ یا تو بالکل لاپتا (مفقود الخبر) ہوتا ہے یا ملک سے باہر ہوتا ہے تاہم وہاں بھی ممکنہ طور پر پاکستانی سفارتخانے کی مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔

نیز جج کو اس بات کا پابند ہونا چاہیے کہ وہ ان وجوہ کو باقاعدہ قلمبند کرے جن کی رو سے اس کے اطمینان اور شرح صدر اور پیش کردہ ثبوت وشواہد (Evidence Proof) کے مطابق عورت کے لئے عملاً ممکن نہیں رہا کہ وہ شرعی حدود کو قائم رکھتے ہوئے رشتہ ازدواج

کہ وہ حقوق زوجین کی بابت اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدود کو قائم نہ رکھ پائیں گے باہمی اعتماد نہ رہا یا نفرت پیدا ہوگئی یا کوئی اور داخلی یا خارجی سبب بن گیا اور شوہر یک طرفہ طور پر طلاق دینے پر آمادہ نہیں ہے تو پھر بیوی نے نکاح کے موقع پر جو حق مہر لیا ہے وہ شوہر کو واپس کر دے اور شوہر اس کے عوض اسے طلاق دے دے، یہ طلاق بائن ہوتی ہے۔ اس کے بعد شوہر کو عدت کے اندر بھی یک طرفہ رجوع کا حق نہیں رہتا البتہ باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں بشرطیکہ ایک ہی طلاق دی ہو۔ خلع قاضی کے یک طرفہ حکم سے نافذ نہیں ہوتا اس پر زوجین کی رضامندی ضروری ہے اور قاضی کو چاہیے کہ ترغیب یا ترہیب (جس میں وہ تعزیراً حوالات میں بھی رکھ سکتا ہے) سے شوہر کو آمادہ کرے۔

فیملی کورٹس کے جج صاحبان عام طور پر شرعی حدود و قیود کی رعایت نہیں کرتے بس صرف قانونی تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اب لگتا ہے کہ اس سلسلے میں ضابطہ کار (procedural law) کو اور آسان بنا دیا گیا ہے اور بعض جج صاحبان چیمبر میں ہی بیٹھ کر نکاح کو فسخ (dissolve) کر دیتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ جس تیز رفتاری سے حکومت جدید روشن خیالی (enlightened moderation) اور آزاد خیالی (Liberalism) لانا چاہتی ہے ہمارا معاشرہ اس کا ساتھ نہیں دے پا رہا اس لیے آئے دن لوگ عدالت سے فسخ نکاح کی ڈگری (decree) لے کر دارالافتاء میں آتے ہیں کہ یہ شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟ نہ صرف یہ کہ مفتی کے لیے ہر فیصلے کی تائید و توثیق دشوار ہوتی ہے بلکہ عدالتی ڈگری کے باوجود اسے معاشرہ بھی آنکھیں بند کر کے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا اور معاشرتی اخلاقی اقدار (Social ethical values) اور معاشرتی مزاحمت (Social resistance) کی بھی اپنی ایک طاقت ہوتی ہے بیشتر فیصلے قضا علی الغائب (in absentia) ہوتے ہیں

انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! چنانچہ انہوں نے (مہر میں لیا ہوا) وہ باغ شوہر کو واپس کر دیا رسول اللہ ﷺ نے (ثابت سے) فرمایا باغ قبول کرلو اور اسے ایک طلاق دے دو

صحیح بخاری میں اس سے اگلی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے (ثابت کو) طلاق کا حکم فرمایا اور ثابت نے طلاق دے دی۔ اس سے آگے ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ثابت کو حکم فرمایا تو انہوں نے بیوی سے (بذریعہ طلاق) علیحدگی اختیار کر لی۔ یہ حدیث فسخ نکاح سے متعلق نہیں ہے یعنی یہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بذات خود بحیثیت حاکم و قاضی نکاح فسخ فرمایا بلکہ آپ نے بیوی کو مہر واپس کرنے اور شوہر کو طلاق دینے پر آمادہ فرمایا اور یہی خلع ہے۔

اور میری خواہش ہے کہ ہمارے فیملی کورٹس کے جج فسخ نکاح (Dissolution of marriage) کو آخری اور ناگزیر امکانی صورت کے طور پر اختیار کریں۔

جج کی

پہلی ترجیح مصالحت (Reconciliation) ہونی چاہیے،

دوسری ترجیح شوہر کو رضا کارانہ طلاق پر آمادہ کرنا اور

تیسری دونوں کو خلع پر آمادہ کرنا ہونی چاہیے۔

کیونکہ اگر چہ شریعت نے انتہائی ناگزیر صورتحال میں زوجین میں طلاق یا تفریق کی گنجائش رکھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام حلال اُمور میں یہ سب سے زیادہ اس کے غضب کا باعث ہے۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کو قائم رکھ سکے یا اس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے ہم ان میں سے بعض وجوہ کا تذکرہ آگے چل کر کریں گے۔

یہیں سے فسخ نکاح (Dissolution) اور خلع کے معاملات کو الگ کر دینا چاہیے فسخ نکاح کے مقدمے میں صرف اتنی بات کافی نہیں کہ عورت کہے کہ میں شوہر کے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتی، جبکہ اس کی معقول وجوہ موجود نہ ہوں۔ اگر خدانخواستہ قانون میں سقم ہے تو جج صاحبان کو پھر بھی شریعت کی رعایت، شرعی حدود و قیود، خوف خدا، فکر آخرت اور حلال و حرام کی نزاکت اور حساسیت کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

بعض حضرات ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ قاضی کو معقول وجوہ و اسباب کے بغیر بھی فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوتا ہے چنانچہ ارشاد رسول اللہ ﷺ ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ وَلٰكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهُ؟ قَالَتْ نَعَمْ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيْقَةً۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث:5273)

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! ثابت کے دین اور اخلاق کے بارے میں مجھے کوئی شکایت نہیں ہے مگر یہ کہ میں اسلام میں رہتے ہوئے کفر (ناشکری اور شوہر کی نافرمانی) سے ڈرتی ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس کا وہ باغ (جو ثابت نے نکاح کے وقت مہر میں دیا تھا) واپس کر دو گی؟

فقہ حنفی میں عدالتی فسخ نکاح کے بارے میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور یہ تقریباناممکن العمل ہے احتیاط میں یہ شدت اس لیے اختیار کی گئی ہے کہ یہ حلال وحرام کا مسئلہ ہے، تاہم دیگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بعض حدود وقیود کے ساتھ اس کی گنجائش موجود ہے اور فقہ حنفی میں بھی یہ اصول مسلَّم ومختار ہے کہ ضرورت شدیدہ کی بنا پر فسخ نکاح کے لیے دوسرے ائمہ کرام کے قول پر فیصلہ دیا جاسکتا ہے۔

مزید معلومات کے لئے مفتی اعظم پاکستان پروفیسر مفتی منیب الرحمن دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب ''تفہیم المسائل،، جلد نمبر 4 کے صفحہ نمبر 328 سے لے کر 335 تک کا مطالعہ کریں ان شاء اللہ تعالیٰ خلع اور فسخ نکاح کے بارے بہت زیادہ معلومات حاصل ہوں گی۔

طلاق کے بارے مفید معلومات حاصل کرنے کے لئے میری کتاب ''طلاق دینے کا طریقہ،، کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

مزید معلومات کے لیے کسی سنی حنفی بریلوی عالم دین سے رابطہ فرمائیں

تحریر خیر خواہ اہلسنت

مولانا شاہد بریلوی۔ یوکے

00447853292843

أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ الطَّلَاقُ۔

یعنی حلال اُمور میں اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض چیز طلاق ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب کراھیة الطلاق، الحدیث: ۲۱۷۸، ج۲، ص ۳۷۰)

بابل کے مقام پر دو فرشتے ہاروت اور ماروت، بنی اسرائیل کو بطور آزمائش جادو سکھاتے تھے اور قرآن مجید میں ان کے جادو سیکھنے کا جو سب سے مذموم پہلو بتایا وہ یہ ہے کہ

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ط (البقرہ 102:2)

ترجمہ: یعنی وہ لوگ دونوں فرشتوں سے اس (جادو) کو سیکھتے تھے جس کے ذریعے مرد اور عورت میں علیحدگی کرادیں۔

اس لیے جیسا کہ میں نے عرض کیا فیملی کورٹس کے جج صاحبان کو زوجین میں علیحدگی (Separation) کا عدالتی اختیار انتہائی ناگواری کے ساتھ آخری ناگزیر و ناپسندیدہ ترجیح (Option) کے طور پر استعمال کرنا چاہئے جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا تعلق ہے آپ کو ویسے بھی مومنوں پر ولایت تامہ اور مکمل تصرف کا حق حاصل ہے اس سے زیادہ جتنا کسی عام حاکم یا قاضی کو یا کسی ولی اقرب کو حاصل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب 6:33)

نبی کو مومنوں پر اسے زیادہ تصرف کا حق حاصل ہے جتنا خود ان کو اپنی ذات پر ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر فیصلہ بہر حال نافذ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجوہ کو بتانے کے پابند نہیں ہیں، جبکہ عام جج، قاضی اور حاکم کی ولایت شرعی حدود و قیود کے ساتھ مشروط ہے۔